مرثیہ

درحال حضرت امام حسین علیہ السلام (بند۱۲۶)

شاعرامی سید صادق علی 'چھنگا صاحب' حسینؔ جائسی

(۱)

حرم سرا سے جو حیدرؑ کا آفتاب چلا
جلال و غیظ میں الٹے ہوئے نقاب چلا
وداع ہو کے ستاروں سے ماہتاب چلا
جھکائے فرق کو وہ مالک الرقاب چلا
بہاتے اشک بصد حسرت والم آئے
در خیام تلک ساتھ سب حرم آئے

(۲)

لیا خواصوں نے جب بارگاہ کا پردہ
رخ حسینؑ کی پہنچی ہر ایک سمت ضیا
ہر اک زبان ہوئی محو ذکر صل علا
کدھر کلیم ہیں دیکھیں تو آکے یہ جلوہ
ضیائے رخ سے منور ہوئے خیام تلک
جبیں کی روشنی پہنچی سپاہ شام تلک

(۳)

سحر سے در پہ جو حاضر تھا اشہب جاندار
قریب آگیا دلبند احمدؐ مختار
نگہہ فرس نے اٹھا ئی کہ دیکھ لوں دیدار
پھرا کے ہاتھ جبیں پر ہوئے حضورؐ سوار
مثال فاتح بدر و حنین جاتے ہیں
پئے جہاد شہِ مشرقینؑ جاتے ہیں

(۴)

فرس پہ بیٹھ چکے جب امامؑ جن وبشر
خیال آگیا بھائی کا چشم ہو گئی تر
پھرا کے باگ کو دریا کی سمت کی جو نظر
یہ دیکھا دور تلک شام و رَے کا ہے لشکر
ہوئی خدنگ جگر کو ہوا ترائی کی
نظر میں پھر گئی صورت جوان بھائی کی

(۵)

پکارے تھام کے ہاتھوں سے دل شہؑ ابرار
تمہاری موت سے ہے زندگی ہمیں دشوار
کمر شکستہ ہے، زخمی جگر ہے، دل ہے فگار
نہیں ہے کوئی علمدار اے مرے غم خوار!
گلے کے زخم میں صحرا کی خاک بھر آئے
تمہیں خبر ہے ہم اصغرؑ کو دفن کر آئے

(۶)

حسینؑ جاتا ہے مرنے کو اے علیؑ کے پسر
اکیلے باقی ہیں اب گھر میں عابدؑ مضطر
کوئی نہیں ہے جو لے آکے بیکسوں کی خبر
شہید ہو گئے سب، تن پہ بار ہے مجھے سر
قرار روح کو ہے، اب نہ دل کو راحت ہے
جگر کے زخموں میں، بھیّا! بہت اذیت ہے

(۷)

حرم سے مل کے ابھی ہم یہاں تک آئے ہیں
جو غم کسی سے نہ اٹھتے وہ ہم اٹھائے ہیں
لہو میں اصغرؑ بے شیر کے نہائے ہیں
ذرا خیال کرو کیسے داغ اٹھائے ہیں
نہ کوئی پھول ہے باقی، نہ کوئی بوٹا ہے
ہمارے باغ کو ان باغیوں نے لوٹا ہے

(۸)

مثال بلبل نالاں نہ کیوں کروں فریاد
لگا گئے تھے نبیؐ جو وہ باغ ہے برباد
اسیرِ سلسلۂ غم ہے یہ دل ناشاد
ادھر میں ایک ادھر سیکڑوں ستم ایجاد
خزاں جو آئی تو بلبل سے باغ چھوٹ گیا
وہ پھول ٹوٹ گئے کیا کہ دل ہی ٹوٹ گیا

(۹)

تمہیں بتاؤ کہ جینے سے فائدہ کیا ہے؟
نہ سر کٹائیں تو دنیا میں اب بھلا کیا ہے؟
یہ تھوڑی دیر کی ایذا ہے کیا؟ جفا کیا ہے؟
خدا کی راہ میں سب دے چکے، رہا کیا ہے؟
عدم کے شوق میں ہستی سے منہ کو موڑ چلے
نہ لے کے آئے تھے ساتھ اپنے، کچھ نہ چھوڑ چلے

(۱۰)

وغا کا عزم ہے، اب منتظر ہے لشکر شام
عطش ہے، ضعف ہے، کیونکر کھنچے گی مجھ سے حسام
بجھے گی پیاس شہادت کا جب پیئوں گا میں جام
لہو سے جسم جو تر ہو، تو آئے کچھ آرام
تڑپ رہا ہوں غم و صدمہ و جدائی میں
لگے گا دل نہ مرا اب ذرا لڑائی میں

(۱۱)

زیادہ ہو گئی اس گفتگو سے اور جو پیاس
عناں پھرا کے یہ آخر کہا بہ حسرت ویاس
سوائے رنج والم اب نہیں ہے کوئی پاس
حسینؑ مرنے کو جاتا ہے آؤ اے عباسؑ
اٹھے گا شور دم انقلاب آپہنچا
قریں زوال کے اب آفتاب آپہنچا

(۱۲)

یہ کہہ کے جانب فوج ستم شعار چلے
وغا کا جوش جو آیا تو بیقرار چلے
علیؑ کی شان سے شبیرؑ نامدار چلے
یہ دل میں تھا کہ پہنچتے ہی ذوالفقار چلے
اٹھا کے باگ جلو ریز کر دیا شہؑ نے
فرس کو اور بھی کچھ تیز کر دیا شہؑ نے

(۱۳)

چلا تو نقش قدم کے کہیں نشاں نہ ملے
زمیں کی طرح سے بالائے آسماں نہ ملے
خیال ڈھونڈنے پہنچا جہاں جہاں نہ ملے
اب انتہا ہے کہ تا حد لا مکاں نہ ملے
فرس کے کاوے کی ہم آسماں کو جا سمجھے
ہوئی جو شب، توستاروں کو نقش پا سمجھے

(۱۴)

ابھی ہو برق، جو راکب ذرا بھی گرمائے
ہوا پہ یہ صفت ابر ہر طرف جائے
اڑے براق کے مانند پر اگر پائے
نظر کی طرح، فلک پر یہ جائے اور آئے
نہ جس کو وہم بھی پاتا، وہ حال تھا اس کا
نہ ہوتی پیاس تو ملنا محال تھا اس کا

(۱۵)

ہوا ہو تیز، تو اس سے بھی تیزتر ہو جائے
جدھر کا قصد ہو، جانے میں یہ نظر ہو جائے
ہر اک جگہ پہ گذر صورت خبر ہو جائے
رکے نہ باگ تو دنیا کے بھی اُدھر ہو جائے
نظیر آپ ہی اپنی ہے تیز وہ دم ہے
اسی فرس کے لئے وسعتِ جہاں کم ہے

(۱۶)

نظر کی طرح سے تار نظر پہ جاتا ہے
مثالِ برق رگِ ابر تر پہ جاتا ہے
گلوں پہ پھرتا ہے، برگ وثمر پہ جاتا ہے
ہے گل کہ دوشِ نسیمِ سحر پہ جاتا ہے
شگوفے چار ہیں سمہائے راہوار نہیں
برنگ قطرۂ شبنم گلوں پہ بار نہیں

(۱۷)

ہر اک کی آنکھ میں یہ بن کے خواب جاتا ہے
وہ تند و تیز کہ مثل سحاب جاتا ہے
اشارے نعل کے ہیں بے حجاب جاتا ہے
ستارے ساتھ لئے ماہتاب جاتا ہے
پری ہوا پہ ہے، یہ صاف آشکارا ہے
فرس نہیں ہے، یہ ٹوٹا ہوا ستارا ہے

(۱۸)

زمیں پہ پڑتا ہے کس حسن سے ہر ایک قدم
یہ سم فرس کے ہیں یا غنچہ ہائے باغ ارم
ابھار رخش کے سینہ کا،ڈھا رہا ہے ستم
فرس کی باگ کے تسموں میں، برق کا عالم
ہرن بھی، گرد قدم اس کی پا نہیں سکتے
سوار، دور سے آنکھیں لڑا نہیں سکتے

(۱۹)

فلک پہ جانے میں، ہر تیز پر سے تیز ہے یہ
ہے جائے غور، کہ تیرِ نظر سے تیز ہے یہ
ہوائے تند سے اور ابر تر سے تیز ہے یہ
کہ دن کو مہر سے، شب کو قمر سے تیز ہے یہ
اٹھا دو باگ تو اس طرح بے خطر جائے
کہ جیسے بحر میں کشتی بہاؤ پر جائے

(۲۰)

رواں ہے شام کی بدلی کی سمت صاعقہ وار
دھمک سے ٹاپوں کی گاوِ زمیں کا دل ہے فگار
نظر کے خوف سے، پردہ کئے ہوئے ہے غبار
قدم کی گرد سے اٹھتی ہے دور تک دیوار
تمام فوج ستمگر کو اضطراب ہے اب
کہ آمد آمد فرزند بو ترابؑ ہے اب

(۲۱)

سپاہ شام میں ہل چل پڑی ہوئی ہے تمام
بغور ہیں نگراں افسرانِ کوفہ وشام
لرز لرز کے یہ آپس میں کر رہے ہیں کلام
چھٹا وہ گرد کا پردہ وہ رن میں آئے امام
ہوئے ہیں پست جو فوج عدو میں نامی ہیں
جھکی ہوئی ہیں سنانیں، نشاں سلامی ہیں

(۲۲)

غبار اٹھ کے جو پہنچا ہے تا بہ چرخِ بریں
تمام فوج میں ہل چل ہے،ہل رہی ہے زمیں
ہوا ہے بند تو دل کو کسی کے چین نہیں
ہوئی ہے دشت میں بے انتظام فوج لعیں
ہیں بد حواس مگر اپنے اپنے کام میں ہیں
رسالہ دار رسالوں کے انتظام میں ہیں

(۲۳)

چراغ پا ہیں فرس اور سوار پیہم ہیں
ہے بار خوف کہ دہشت سے گردنیں خم ہیں
سپہ سے اپنے علمدار فوج برہم ہیں
حواس اڑتے ہیں، الجھے ہوئے جو پرچم ہیں
کوئی الف ہے فرس اور کوئی بگڑتا ہے
سناں سناں سے، تو نیزے سے نیزہ لڑتا ہے

(۲۴)

قریب ہے جو بہت ابن حیدرؑ کرار
یہ خوف ہے کہ بلندی پہ چڑھ گئے ہیں سوار
سپاہ شام میں ہر سمت ہو رہی ہے پکار
علیؑ کے شیر سے ہے سامنا، ذرا ہشیار
بہا کے خون کی ندّی، نہ غیظ کم ہوگا
ملائی آنکھ کسی نے، تو پھر ستم ہوگا

(۲۵)

یہ شور تھا کہ قریب آگئے امام امم
بڑھا جو خوف تو سرکی سپاہ پچھلے قدم
یہ رعب شہؑ تھا کہ خائف تھے دل میں سب اظلم
غرض امام نے روکا فرس بہ جاہ و حشم
لہو جگر ہوئے دہشت سے کٹ گئے افسر
جوسامنے تھے وہ دڑ ڈر کے ہٹ گئے افسر

(۲۶)

فرس کے یال پہ منہ رکھ کے شہؑ نے فرمایا
جہاں پہ میرا ارادہ تھا تو وہیں لایا
ہے تیز دھوپ تو مانند گل ہے کمہلایا
مگر میں کیا کروں، ممکن نہیں کہیں سایا
طپش جو ہے تو پسینہ بدن سے جاری ہے
مگر حسینؑ کی یہ آخری سواری ہے

(۲۷)

پسینہ پونچھ کے ماتھے کا شاہؑ جن وبشر
سپاہ شام پہ کرنے لگے غضب کی نظر
نظر میں جب نہ سمایا وہ شام کا لشکر
تو باندھی جنگ پہ مضبوط شاہؑ دیں نے کمر
عطش تھی، ضعف تھا، صدموں سے حال ابتر تھا
حسینؑ اکیلے تھے، اس سمت سارا لشکر تھا

(۲۸)

زباں پہ تھا کہ میں ہوں سبط احمدؐ مختار
لقب پدر کا ہے عالم میں قاتل کفار
یہاں تو ہوں گے جو خیبر میں جمع تھے اشرار
انہیں سے پوچھو یہ کس کی ہے تیغ جوہردار
میں جانتا ہوں کہ سب نابکار فوج میں ہیں
علیؑ سے بھاگے تھے جو وہ سوار فوج میں ہیں

(۲۹)

نہ چھوٹی ہو گی ابھی تک فرار کی عادت
رخوں سے صاف عیاں ہے کہ پست ہے ہمت
ہمارے سامنے کیا ہے یہ فوج کی کثرت
وہی ہے ہاتھ،وہی تیغ اور وہی طاقت
علیؑ کے شیر سے بچ کر کدھر کو جاؤ گے
اب آج راہ نہ تم بھاگنے کی پاؤ گے

(۳۰)

جہاں میں سب سے ہے افضل حسب نسب میرا
خدا نے مجھ کو عجب مرتبے کئے ہیں عطا
علیؑ ہیں باپ حسنؑ بھائی اور ماں زہراؑ
فلک کے تاج ہیں نانا مرے رسولؐ خدا
زمین وچرخ بریں سب ہیں جن کے فرماں میں
خدا نے ذکر کیا ہے انہیں کا قرآں میں

(۳۱)

علیؑ ہیں ساقیٔ کوثر، وہ شافع محشر
وہ تھے امام زمانے کے اور یہ پیغمبرؐ
نبیؐ نے دو کیا اعجاز سے فلک پہ قمر
علیؑ نے مہد میں چیرا تھا کلۂ اژدر
خدا کے دوست جو تھے دشمنوں کو زیر کیا
جری تھے ایسے کہ جاکر جنوں کو زیر کیا

(۳۲)

مخالفوں کے تو پہلے سے اور کچھ ہیں گماں
شرف جہان میں اپنا ہے مثل مہر عیاں
ہمارے حال پہ تھے مہرباں رسولؐ زماں
حضورؐ کرتے تھے اصحاب پاک سے یہ بیاں
میسر اس کو ہے راحت تو میں بھی چین سے ہوں
حسینؑ مجھ سے ہے میرا تو میں حسینؑ سے ہوں

(۳۳)

اسی رسولؐ کے دل کو ستانے آئے ہو
جلوگے تم بھی اگر دل جلانے آئے ہو
لہو مجھ ایک کا تم سب بہانے آئے ہو
گلے پہ تیغ جفا کیوں پھرانے آئے ہو
عبث یہ ظلم ہے، کیوں اپنی حد سے بڑھتے ہو؟
ذرا حیا نہیں آتی کہ کلمہ پڑھتے ہو!

(۳۴)

یہ سہل سمجھے ہو کیا تشنہ لب کی جنگ بھلا
مگر یہ جان لو ہوں نور عین شیر خدا
علیؑ کا زور مرے بازوؤں میں ہے سارا
جو چاہوں میں تو الٹ دوں زمین کا طبقہ
خدا کو قدر ہے جس کی وہ تشنہ کام ہوں میں
اکیلا سب سے لڑوں گا اگر امام ہوں میں

(۳۵)

رفیق مر گئے، عباسؑ نامور نہ رہے
جو تن کی جان تھے وہ قوت جگر نہ رہے
جو گھر کا نور تھے وہ غیرت قمر نہ رہے
بھتیجے بھانجوں کا ذکر کیا، پسر نہ رہے
پڑے ہیں قلب میں ناسور وہ جو بھر نہ سکے
کیا وہ صبر جو دنیا میں کوئی کر نہ سکے

(۳۶)

میں جانتا ہوں کہ تم سب ہو ظلم کے بانی
کروگے قتل سمجھ کر رسولؐ کا جانی
شریکِ حال ہے ہر وقت فضل ربّانی
کروں اشارہ تو ابلے زمین سے پانی
ہے اختیار میں سب میرے کام بن جائیں
میں چاہوں گر تو حبابوں کے جام بن جائیں

(۳۷)

رجز کو ختم کیا تھا ابھی نہ سرورؑ نے
کہ چند تیر لگائے کسی ستمگر نے
دکھائی جنگ پہ آمادگی جو لشکر نے
کلام ختم کیا بس علیؑ کے دلبر نے
زوال کیا ہو بھلا عرش کے ستارے کو
جلال آگیا آخر نبیؐ کے پیارے کو

(۳۸)

سپاہ شام کی جانب بڑھے امامؑ ہدا
فرس نے مڑ کے رخ شاہؑ کی طرف دیکھا
جلال آگیا قبضہ پہ ہاتھ کو رکھا
ذرا کھنچی تھی کہ پھل ذوالفقار کا چمکا
نظر لڑائے ہوئے فوج نابکار ہے اب
بپا ہے شور کہ چلنے پہ ذوالفقار ہے اب

(۳۹)

کرم کا وقت یہی ہے شراب لا ساقی
ہے طبع مئے کی طرح جوش میں پلا ساقی
نہ تیرے رند کو رہ جائے کچھ گلہ ساقی
میں آ گیا در میخانہ کھل گیا ساقی
دمِ طلب کوئی مشکل نہ سدِّ راہ ہوئی
کلیدِ قفلِ درِ میکدہ نگاہ ہوئی

(۴۰)

ہے ضد فقیر کی خالی نہ پھر کے جائیں گے
کیا سوال تو دل کی مراد پائیں گے
ہے امتحان کرم قسمت آزمائیں گے
بہشت دور ہے بستر یہیں لگائیں گے
سمجھ چکے ہیں کہ ہے باعث نجات شراب
پئیں گے آج سے ہم دن شراب، رات شراب

(۴۱)

دوکاں ہے چلتی ہوئی اور گرم ہے بازار
جو مانگوں جام تو پھر کیجیو نہ کچھ تکرار
سخی کے واسطے زیبا نہیں کبھی انکار
جدید میں نہیں تیرا قدیم ہوں میخوار
ہوئی ہے دیر مجھے میکدے میں آئے ہوئے
زمانہ ہو گیا اس مے کو منہ لگائے ہوئے

(۴۲)

ملا دے آب خنک بھی کچھ آتش تر میں
دھواں سا اٹھنے لگا ہے ہر ایک ساغر میں
جو خالی جام ہیں، ان کو ڈبولے کوثر میں
نظر وہ شے ہے کہ پڑتے ہیں بال شہپر میں
میں سر اٹھاؤں تو شیشوں پہ اک بلا آئے
کروں نگاہ تو جھنکار کی صدا آئے

(۴۳)

ہوس بڑھی ہوئی ہے دل کو جام کوثر کی
ہر ایک ساغر مے میں چمک ہے اختر کی
مثال شیشہ سے موزوں ہے روئے دلبر کی
ہر ایک بوند ہے چنگاری آتش تر کی
قریب کا ہے کبھی، گاہ دور کا جلوہ
ہر ایک شیشہ میں ہے برقِ طور کا جلوہ

(۴۴)

خدا سے موت کا طالب نہیں ہے دیوانہ
پھروں گا روز اسی مے کے گرد مستانہ
سمجھ چکا ہوں کہ کعبہ ہے تیرا میخانہ
ہو لب پہ نام ترا، ہاتھ میں ہو پیمانہ
خوشی سے دولت دنیا و دیں بھی دے دیتا
لحد کے واسطے تھوڑی زمیں بھی دے دیتا

(۴۵)

امید آپ ہی سے ہے یہ ساقی کوثر
کہ غسل بھی مجھے دلوائیں آپ ہی آکر
میں لوں گا آپ سے اے جانشین پیغمبرؐ
کفن کے واسطے مے سے بسی ہوئی چادر
بنیں گے پھاہے یہی زخم قلب مضطر کے
تبرکات میں ٹکڑے ہوں جام کوثر کے

(۴۶)

جریدتین ہوں طوبیٰ کی شاخیں ہوں جو ہری
نہ رکھئے اب مری جانب سے آپ بے خبری
کہ دیکھ لوں دم تلقیں، میں رخ کی جلوہ گری
لحد وہاں پہ بنے ہو، جہاں پہ مے کی تری
نہ میکدے سے ذرا سا بھی دور ہوں ساقی
کہ تشنہ کامِ شرابِ طہور ہوں ساقی

(۴۷)

ہر ایک لہر ہو ساغر کی صورت شمشیر
بنے حباب ہر اک اٹھ کے ڈھال کی تصویر
ہوں بال شیشوں میں یوں، جیسے ترکشوں میں تیر
پلا دے آج تو ساقی شراب خم غدیر
انہیں وجوہ سے ہاں عزت ایاغ بڑھے
جگر کا خون بڑھے قوت دماغ بڑھے

(۴۸)

جدھر یہ میکدہ میں باربار کھنچتی ہے
اسی طرف کو ہر اک جان زار کھنچتی ہے
میں خوش ہوا ہوں کہ وہ عطر بار کھنچتی ہے
پلا دے پھر مجھے مے ذوالفقار کھنچتی ہے
رکھے گئے ہیں ادھر، تیر اب کمانوں میں
صدائے طبل وغا،آ رہی ہے کانوں میں

(۴۹)

لے ہاتھ روک لے، ساقی نہ مے پلا، بس کر
بہت ہے نشہ، نہیں اب ضرورت ساغر
چھکا ہوں خوب، زیادہ ہوس نہیں بہتر
وغا کو آ گئے رن میں وہ شاہ تشنہ جگر
بڑھا ہے نشہ مجھے دیر ناگوار ہے اب
شراب پی چکا ہنگام کارزار ہے اب

(۵۰)

وہ ذوالفقار کھنچی، وہ بڑھے شہؑ والا
پڑی وہ فوج میں ہل چل، بجا وہ طبل وغا
وہ صف الٹ گئی، تھرا کے وہ غبار اٹھا
وہ آئی کان میں تکبیرِ شاہؑ دیں کی صدا
خدا کا قہر ہے یہ تیغ آبدار نہیں
ہے غل کہ برقِ تجلی ہے ذوالفقار نہیں

(۵۱)

تڑپ اسی نے سکھائی ہے برق کو جا کر
بنے ہیں تیغ کے جوہر کے عکس سے اختر
بھری ہے مانگ میں افشاں، کہ ہیں عیاں جوہر
اسی کا داغِ جدائی ہے ماہ کے دل پر
سر اس کا خم ہے کہ عادت ہی انکسار کی ہے
یہ کہکشاں نہیں، تصویر ذوالفقار کی ہے

(۵۲)

جھکے تو، ابروئے خمدار ہے، کھنچے تو ہلال
گرے، تو برق بنے اور اٹھے تو گرد ہلال
لہو پہ عکس جو ڈالے، تو اور رنگ ہو لال
ہوا سے اس کے مریض اجل ابھی ہو بحال
قبائے تن گل جوہر سے ہے بسی اس کی
دم جدال ہے توبہ شکن ہنسی اس کی

(۵۳)

نظر ہر ایک کو آتا ہے صاف جلوۂ طور
اسی کے دید سے ہوتا تھا عاشقوں کو سرور
قریب ہے تو پری ہے، اگر ہے دور توحور
جو دے چکے ہیں اسے دل،نہیں کچھ اُن کا قصور
پری کی طرح سے زخمی دلوں کو ملتی ہے
نثار ہوتی ہیں جانیں وہ چال چلتی ہے

(۵۴)

یہ تیغ وہ ہے کہ حور وملک نے مانا ہے
علیؑ سے سن کے مراتب کو اس کے جانا ہے
ہر ایک زباں پہ اِسی تیغ کا فسانہ ہے
یہ تیغِ دستِ خدا فرد ہے، یگانہ ہے
شرف یہ کم ہے؟ کہ عرش بریں سے آئی ہے
علیؑ کے دوش پہ معراج اس نے پائی ہے

(۵۵)

حدیث ہے کہ علیؑ سے یہ ہم کلام ہوئی
جناں میں حور تھی، دنیا میں یہ حسام ہوئی
خوشا نصیب کہ یہ ناصر امام ہوئی
ہوئی یہ خلق تو بس بہر انتقام ہوئی
بلا ہے ،قہر ہے ، رحمت ہے، کوئی کیا جانے
حقیقت اس کی نبیؐ جانے یا خدا جانے

(۵۶)

جو ذوالفقار کے شعلے چمک دکھاتے تھے
اثر سے دامن صحرا کو بھی جلاتے تھے
تمام دہر میں اک آگ سی لگاتے تھے
سپر کے پھول حرارت سے سوکھے جاتے تھے
نکلتے تھے جو شرارے تو پھول جانتے تھے
مزا تو یہ ہے، کہ آتش پرست مانتے تھے

(۵۷)

گئے ہیں فوج پہ یوں ابن فاتح خیبر
علم ہے ہاتھ میں تلوار، بل ہے ابرو پر
تمام لشکر اعدا ہوا ہے زیر وزبر
ہوائے تیغ سے چاروں طرف کواڑتے ہیں سر
بنے ہیں ذرۂ صحرا جو ٹکڑے سب دل کے
لہو بلند ہوا ہے غبار میں مل کے

(۵۸)

جدہر یہ تیغ گری برق تیز دم ہو کر
طویل نیزے جو تھے رہ گئے قلم ہو کر
کسی کے دل میں جو دم بھر رہی تو غم ہو کر
ہزار حسن دکھائے لہو میں نم ہو کر
نظر نہ جس پہ جمے اس طرح کا جلوا ہے
ہلال زیر شفق ہے یہ صاف پیدا ہے

(۵۹)

کسی کو لذت زخم جگر چکھا کے اٹھی
کسی کی شمع تمناکو یہ بجھا کے اٹھی
گری جو برق کے مانند تو جلا کے اٹھی
غرور ڈھا کے اٹھی، خاک میں ملا کے اٹھی
فنا کی سیل بھی ہے، برق آسمانی بھی
خدا کی شان ہے، یہ آگ بھی ہے پانی بھی

(۶۰)

یہی ہے ناز کہ تیغ ابوتراب ہوں میں
ہلال خم میں، چمکنے میں آفتاب ہوں میں
برس پڑوں جو کسی پر تو پھر سحاب ہوں میں
حسینؑ پیاسے ہیں،غیرت سے آب آب ہوں میں
نہ آب فاطمہؑ کے نور عین کو دوگے
بہاؤں خون تو پانی حسینؑ کو دوگے

(۶۱)

یہ جان لو کہ ہے دل بند شاہ خیبر گیر
حسنؑ کا بھائی ہے لخت دل جناب امیرؑ
نہیں ہے فاطمہؑ کے لال کا جہاں میں نظیر
علیؑ کی شان سراپا، رسولؐ کی تصویر
سمجھ لو غیظ بھی ہے، روز امتحان بھی ہے
انہیں کے دم سے زمیں بھی ہے آسمان بھی ہے

(۶۲)

امام بیکس وتنہا کو غیظ ہے اس دم
ہے روز حشر کہ زیر وزبر ہے سب عالم
جو نیم جاں ہیں نہ نکلیں گے ان کے خوف سے دم
یہ کس کے دشت وغا میں گڑے ہوئے ہیں قدم
خدا کے شیر کے ہیں شیر منہ نہ موڑیں گے
لہو کا خاک پہ دریا بہا کے چھوڑیں گے

(۶۳)

غبار اٹھ کے زمیں سے یہ دے رہا ہے خبر
لڑے تھے بدر میں یوں ہی وصیِّ پیغمبرؐ
ہوئے ہیں دہر کے سب کاروبار بھی ابتر
بھگا کے سب کو اکھاڑیں گے اب یہ کوفہ کا در
جو پاس روح امیں ہوں تو دور ہٹ جائیں
کٹے ہوئے کہیں پھر آج پر نہ کٹ جائیں

(۶۴)

کچھ اس طریق سے لڑتے ہیں شاہؑ جن وبشر
کہ جیسے خندق وخیبر میں حیدرؑ صفدر
بُرِش سے تیغ دو پیکر کے کٹ رہے ہیں جو سر
گلے گلے ہے لہو قتل گہہ میں پیشِ نظر
اجل تھی سامنے آنکھوں کے مضطرب دل تھے
لہو میں ڈوب کے وہ مر گئے جو بسمل تھے

(۶۵)

زمین ہلتی ہے اس طرح ہو رہی ہے وغا
اڑی ہے خاک وہ تیغوں کی چل رہی ہے ہوا
یہ غیظ ہے شہؑ دیں کو کہ سرخ ہے چہرہ
کچھ اور اب نظر آتا ہے فوج کا نقشہ
لڑیں گے خاک، کہ منہ رن سے موڑتے ہیں سوار
جدھر کو جاتے ہیں شہؑ، ہاتھ جوڑتے ہیں سوار

(۶۶)

مجال کس کی ہے ہوتا جو ان سے عہدہ برآ
وہ منہ کو پھیر کے بھاگے جنہیں کیا پسپا
دکھائی اب نہیں دیتا فرار کا رستہ
ہر اک کی آنکھوں میں اندھیر کیوں نہ ہو دنیا
صدا سے ٹاپوں کی مردے لحد میں جاگتے ہیں
سوار دشت میں، کوفہ کی سمت بھاگتے ہیں

(۶۷)

ہے یادگار جو شبیرؑ کررہے ہیں وغا
فلک لرزتے ہیں ہلتی ہے ارض کرب وبلا
یہ دھوپ ہے کہ عرق میں ہیں تر شہؑ والا
ہوا ہے بند، تو کھولے ہوئے ہیں بند قبا
یہ صبر ہے کہ ذرا سا بھی اضطراب نہیں
زباں کے چھالوں میں بھی تشنگی سے آب نہیں

(۶۸)

خوشا مراتب فرزند ساقی کوثر
کہ اب تلک وہی جرأت ہے اور وہی تیور
عطش میں، دھوپ میں یہ تو نہیں بشر کا جگر
جہادِ نفس بھی کرتے ہیں شاہؑ جن وبشر
دیئے لعینوں نے دکھ، پیاس نے ملال دیئے
زباں کے کانٹوں نے تالو میں زخم ڈال دیئے

(۶۹)

نہ حال گرمی عاشور ہو سکے گا رقم
تنوں کو چھوڑ کے گھبرا کے نکلے جاتے تھے دم
یہ ذکر ہے، تو پسینہ میں تر ہوا ہے قلم
جلی ہیں چوبیں تو سایہ میں گر رہے ہیں علم
دھواں بلند ہے ہر خوں کی دھار کے بدلے
زمیں سے اٹھے ہیں شعلے، غبار کے بدلے

(۷۰)

فلک کی سمت جو اٹھ کر چلے ہیں شعلۂ نار
ہوا ہے گرم تو سایہ کئے ہوئے ہے غبار
یہ دھوپ ہے کہ کسی چیز کو نہیں ہے قرار
لگی ہے آگ زمانہ میں ہر طرف ہے پکار
مثالِ عمرِ رواں دن جو گھٹتا جاتا ہے
تپش کے خوف سے سایہ بھی ہٹتا جاتا ہے

(۷۱)

ہوا ہے سرخ جو تھا آسمان زنگاری
ہے مہر بھی اسی شعلہ کی ایک چنگاری
لکھوں میں کیا کرۂ نار ہے زمیں ساری
کنوؤں کے سوتوں سے بھی، آب گرم ہے جاری
شجر جو سبز تھے جل کر سیاہ ہو گئے ہیں
ہے دھوپ ایسی کہ پتھر سیاہ ہو گئے ہیں

(۷۲)

ہر ایک خاک کے ذرہ سے لَو نکلتی ہے
زمیں پہ گرکے ہوا کروٹیں بدلتی ہے
جلائے دیتی ہے پانی کو لؤ وہ چلتی ہے
شفق نہیں ہے قبا آسماں کی جلتی ہے
برائے نام کہیں بھی رہا نہیں پانی
کنوؤں میں آگ بھری ہے ذرا نہیں پانی

(۷۳)

ہر ایک موج کو دریا میں ہے پریشانی
تمام نہر میں ہے کھولتا ہوا پانی
ہے سرخ مچھلیوں سے اور آتش افشانی
گہر صدف میں ہوئے ہیں عقیق رُمّانی
ہر اک بھنور کرۂ نار کا جواب ہوا
چراغِ گورِ غریباں ہر اک حباب ہوا

(۷۴)

دھواں زمین سے اٹھتا ہے حشر ہے برپا
دہن کشادہ ہیں گرداب، مضطرب دریا
تپش سے لیتی ہیں موجیں بھی کروٹیں کیا کیا
ہر اک حباب بنا جسمِ آب پر چھالا
کہیں نہ آگ ہو! پانی کو اے سحاب چھپا
یہ عکس ہے کہ تہہ آب آفتاب چھپا

(۷۵)

وہ سبزہ زرد لب نہر ہے جو تھا دھانی
نہیں حبابوں کے ساغر میں بھی ذرا پانی
ہوئی جو دھوپ جلانے کو دشمن جانی
تو مچھلیوں نے بھی پانی کی چادر اک تانی
ہر اک طرف کو صدف کے چراغ جلتے ہیں
ہوئی ہیں گرم تو موجوں کے بل نکلتے ہیں

(۷۶)

لکھوں میں کیا کہ ہے ادنیٰ سا دھوپ کا یہ اثر
بنی چراغ کی لؤ نکلی آنکھ سے جو نظر
زمیں بھی تانے ہوئے ہے غبار کی چادر
کرن یہ ہے کہ پسینہ ہے مہر کے رخ پر
کھلے گا شب کو کہ تاروں کے زخم آلے ہیں
فلک سے پوچھ لو کتنے بدن پہ چھالے ہیں

(۷۷)

وہ بحر جو کہ ہے ما بین آسمان وزمیں
پڑا ہے پانی پہ کف کی طرح سے ابر وہیں
تپش سے برق کو دم بھر کہیں قرار نہیں
ہیں شعلے آگ کے ہے سرخ مچھلیوں پہ یقیں
غضب کی دھوپ میں حدت بڑھے جدھر آئیں
لگا دیں آگ یہ پانی پہ گر ادھر آئیں

(۷۸)

یہ گرم آب ہے، موجہ سے گر لڑا موجہ
لگا دی آگ کف آب میں گماں یہ ہوا
بھنور بھی بحر میں شعلہ بنے تھے جوّالہ
ہے اک مرقعہ دوزخ بنا ہوا دریا
عجب طرح کا سماں ہے، نگاہ ششدر ہے
جہاں تھا مسکن ماہی، وہاں سمندر ہے

(۷۹)

زمین دشت کا اب ہو رہا ہے یہ عالم
ہوا ہو تیز تو چنگاریاں اڑیں پیہم
تپش کا اس کی، بھلا حال کیا کروں میں رقم
ہوا چلے تو اٹھے گرد باد کے بھی قدم
سر فلک صفت نالۂ رسا پہنچا
غبار تا کرۂ زمہریر جا پہنچا

(۸۰)

یقین ہے جو فلک سے زمین تک آئے
شعاع مہر کے پاؤں میں آگ لگ جائے
برس پڑے ابھی آتش، ہوا جو گرمائے
پڑے ہوئے ہیں درختوں کے سائے میں سائے
جہاں پہ آتی ہے یہ آگ بن کے آتی ہے
زمیں پہ دھوپ درختوں سے چھن کے آتی ہے

(۸۱)

جلی ہوئی ہیں بیاباں میں کھائیاں ساری
کرم سے ہاتھ اٹھائے ہے رحمت باری
ہر ایک دانہ گندم بنا ہے چنگاری
وہاں پہ ریت ہے پانی تھا جس جگہ جاری
چلا ہے سوئے فلک گرد کارواں بن کے
کنوؤں کے حبس سے پانی اڑا دھواں بن کے

(۸۲)

ہوا ہے دھوپ سے صحرا نمونۂ محشر
پہاڑ آگ ہوئی اور تڑق گئے پتھر
لب فرات بھی ہیں خشک، نام کو نہیں تر
تنور بن گئے گرداب سے اٹھے جو شرر
غضب کی دھوپ ہے آفت کے کھیت پڑتے ہیں
کہ تین دن کی عطش میں حسینؑ لڑتے ہیں

(۸۳)

سپاہ شام پہ کچھ پیاس کا نہیں ہے اثر
چھپائے تن کو ہیں ڈھالوں کی اوٹ میں افسر
بنی وہ شعلہ جوّالہ جل گئی جو سپر
ہر ایک تیغ سے مثل سپند اڑے جوہر
تپیں جو زرہیں تنوں سے شرر نکلنے لگے
کماں کے ساتھ پر مرغ تیر جلنے لگے

(۸۴)

سپاہ شام میں برچھی کے پھل ہیں شمع کی لو
بڑھی ہے دھوپ میں تیزی ملی ہے ان کی جو ضو
زیادہ مہر سے چارآئینہ کا ہے پرتو
چراغ جلتے ہیں اک اک مقام پر سو سو
نہ پھول ہیں سپروں میں نہ تیغوں میں دم ہیں
ہوا ہے گرم جو لوہا تو برچھیاں خم ہیں

(۸۵)

اڑے ہیں رنگ جو رخ کے غبار بن گئے ہیں
نشاں سپاہ زمیں کے بخار بن گئے ہیں
تبر ستارۂ دنبالہ دار بن گئے ہیں
لویں چراغوں کی صحرا کے خار بن گئے ہیں
بلند شعلہ بھی کیا کیا سر زمیں سب ہیں
اب انتہا ہے کہ سائے بھی آتشیں سب ہیں

(۸۶)

مگر امامؑ زماں ہیں ادھر جو گرم وغا
تمام دشت میں ہل چل ہے قہر کی برپا
گری جو تیغ سپر پر شرر ہوئے پیدا
فرس کی ٹاپ پڑی جب، تو صاف اٹھا شعلہ
نہ زلزلہ میں کہیں ایک دم رکا پانی
زمیں جدھر کو جھکی اس طرف چلا پانی

(۸۷)

لہو سے لال زمیں دم میں ہو گئی ساری
ہرایک کرتا تھا ملک عدم کی تیاری
عرق کی طرح تنوں سے لہو ہوا جاری
پڑے ہیں دشت میں لاکھوں کٹے ہوئے ناری
جو بھاگنے پہ ہیں وہ دور آبدیدہ ہیں
فرس جو پے ہیں تو راکب گلو بریدہ ہیں

(۸۸)

اسی لہو کے تو بہنے سے دم رکے ہوئے ہیں
دلوں میں حسرت وارماں بہم رکے ہوئے ہیں
جو سر ہوا پہ تھے، ہو کر قلم رکے ہوئے ہیں
وغا کی دید کو گرتے علم رکے ہوئے ہیں
نہیں ہے تیغ سے اعدا کی خیر، دیکھتے تھے
رگوں سے خون کے اڑنے کی سیر دیکھتے تھے

(۸۹)

جدھر کو جاتا ہے دلبند ساقی کوثر
صدا یہ دیتے ہیں لشکر کو فوج کے افسر
قریب آ گیا ضرغام حیدرؑ صفدر
جو ہو کچھ اور ارادہ تو بھاگنا کہہ کر
تم آہ گرم سے سینوں کو سینکتے جانا
بچا کے آنکھ کو ہتھیار پھینکتے جانا

(۹۰)

جو سن رسیدہ تھے افسر یہ ان سبھوں نے کہا
لگا کے حضرت آدمؑ سے تا بہ شیرؑ خدا
ہوئی تھی ایسی نہ اب ہوگی اس طرح کی وغا
اس ایک پیاسے نے عالم کیا تہہ وبالا
ہر اک امامؑ کی جرأت کا آج قائل ہے
کوئی ہے صورت سیماب، کوئی بسمل ہے

(۹۱)

نہ ہوش سر کا کسی کو ہے اور نہ تن کی خبر
جنہیں تھا جوش وغا، ان کے دل ہوئے مضطر
رسالہ دار ہیں حیراں، سوار ہیں ششدر
فرار کرنے کو ہے تھوڑی دیر میں لشکر
کٹیں گے ہاتھ علمدار گر علم لیں گے
قدم اٹھیں گے تو کوفہ میں جا کے دم لیں گے

(۹۲)

خبر یہ کر دے کوئی ابن سعد سے بھی ذرا
کہ فوج ہو گئی پسپا، نہیں ہیں ہوش بجا
کوئی یہ پوچھ لے اس سے کہ قصد تیرا ہے کیا
شکست ہوتی ہے دم بھر میں، ورنہ فوج منگا
جو فکر کرنی ہو کوئی پئے وغا کر لے
اگر ہو صلح کا موقع، تو فیصلہ کر لے

(۹۳)

یہ کیا کہ خیمہ میں بیٹھا ہے! کچھ نہیں ہے خبر
چھپا ہے خوف سے رکھتا نہیں قدم باہر
زیادہ نصف سے بھی ختم ہو گیا لشکر
ستم تو یہ ہے کہ ہے سامنے علیؑ کا پسر
زمانہ ہے تہہ وبالا، خدا ہی خیر کرے
کہو سپاہ کے اب بھاگنے کی سیر کرے

(۹۴)

علیؑ کا شیر ابھی اس طرف ہے محو شکار
پلٹ پڑا تو نہ باقی رہے گا ایک سوار
ہے ابن سعد کے خیمہ پہ بھی نظر ہر بار
وہ مثل برق چمکتی ہے دم بدم تلوار
بلند چیز سے ہے لاگ اسے سنا ہوگا؟
گری کلس پہ یہ بجلی اگر تو کیا ہوگا؟

(۹۵)

یہ سن کے اٹھ گئے سب کے قدم سپاہ چلی
کھلا جحیم کا در فوج روسیاہ چلی
کہاں کا پھیر جو سیدھے ملی وہ راہ چلی
اسی طرف کو چلے سب جدھر نگاہ چلی
سزا بھی اپنے کئے کی وہ پاگئے آخر
سوار گھوڑوں کی ٹاپوں میں آگئے آخر

(۹۶)

گذر گیا ہے جو میدان جنگ سے لشکر
پڑے ہیں ٹوٹے ہوئے راستہ میں تیر وتبر
کسی جگہ پہ ہیں خود اور کہیں پہ کاسئہ سر
الجھ الجھ کے نشاں رہ گئے درختوں پر
نمود ہو گئی ہے بے نشان پھرہروں کی
ہوا سے اڑتی ہیں سب دھجیاں پھرہروں کی

(۹۷)

پڑی تھی کیسی یہ افتاد فوج اعدا میں
ذرا نہ فرق تھا ادنیٰ میں اور اعلا میں
زرہ کے ٹکڑے بھی یوں منتشر تھے صحرا میں
کہ جیسے جال ہو ماہی کا خوں کے دریا میں
نشاں نہ دھوپ کے باقی ہیں اور نہ چھاؤں کے ہیں
کسی کے فرق پہ موزے کسی کے پاؤں کے ہیں

(۹۸)

کٹی ہوئی ہیں کمانیں، قلم کئے ہوئے تیر
کہیں پہ تیغوں کے قبضہ پڑے ہوئے ہیں کثیر
ہیں ٹکڑے ٹکڑے کمندوں کے، کرتی تھیں جو اسیر
وہ چارآئینہ جن کا نہ تھا عدیل ونظیر
پڑے ہیں خاک پہ ٹوٹے ہوئے وہ دل کی طرح
شکستہ خود بھی ہیں وہ کاسہ ہائے گل کی طرح

(۹۹)

قدم ہیں اکھڑے ہوئے اور شکستہ ہیں کمریں
عدم کی دے رہی ہے بار بار اجل خبریں
نہ اب خیال ہیں سر میں، نہ اب ہیں وہ نظریں
کٹے ہوئے ہیں پر تیر چاک ہیں سپریں
سپہ گری کا تزک اب نہیں دکھاتے ہیں
قدم اٹھائیں تو سر ٹھوکروں میں آتے ہیں

(۱۰۰)

لہو میں ڈوب چکی ہے جو وہ زمیں ساری
خود اپنے خون میں غلطاں ہوئے ہیں سب ناری
عیاں ہے چہروں سے یہ سب تھے جنگ سے عاری
ہر ایک جسم پہ تھے زخم تیغ کے کاری
اجل دو چار ہو آنکھیں اگر ذرا کھولیں
کٹے ہوں ہاتھ تو پٹکے کمر سے کیا کھولیں

(۱۰۱)

کہیں پہ باگوں کے تسمے، کہیں رکابوں کے ڈھیر
فرس سوار سواروں پہ ہیں، ہوئے ہیں جو زیر
وہ پیش آ گیا تھا ان کے قسمتوں کا جو پھیر
نچی پڑی ہیں سیہ وردیاں، تو ہے اندھیر
سیاہ شام کو ظلمت نے بڑھ کے گھیرا تھا
لہو سے آگ نہ لگتی، تو پھر اندھیرا تھا

(۱۰۲)

سب الٹے خود لہو سے پڑے ہیں صورت جام
پڑے ہیں خاک پہ میداں میں اسلحے بھی تمام
مثال وادئ برہوت ہے ہر ایک مقام
طنابیں ٹوٹ گئی ہیں، جھکے ہوئے ہیں خیام
قناتیں چاک سراسر کلس خمیدہ ہیں
پھٹے ہیں پردے تو روزن دہن دریدہ ہیں

(۱۰۳)

گئے ہیں دور جو نقارے خون میں بہہ کر
ڈفوں کے پوست بھی ہیں چاک چاک مثل جگر
سپاہ میں جو جلاجل ہوئے ہیں خون سے تر
تمام چور ہیں نامی مثال کاسۂ سر
پڑی ہیں چوٹوں پہ چوٹیں تو سب پھٹے ہوئے ہیں
دہل بھی چور ہیں، تسمے بھی سب کٹے ہوئے ہیں

(۱۰۴)

کسی میں دم نہیں، خاموش کیوں نہ ہو قرنا
برائے نام بھی باجوں میں اب نہیں ہے صدا
سپاہ شام کا ہے دور تک نشاں نہ پتا
عقب میں تیغ بکف ہیں ادھر امام ہدا
قدم اٹھے ہوئے ہیں سب سپاہ راہی ہے
سواد شب کی طرح ہر طرف سیاہی ہے

(۱۰۵)

جہاں پہ ابر صفت شام کا وہ لشکر ہے
وہیں پہ برق فشاں ذوالفقار حیدرؑ ہے
شجر بھی خون سے تر ہیں زمین بھی تر ہے
ہے ذوالفقار جہاں پر وہیں پہ محشر ہے
جہاں تلک یہ برستے ہوئے گھٹا پہنچی
مثال برق وہیں تیغ مرتضاؑ پہنچی

(۱۰۶)

نگہ کے آگے سے سب دور ہو گیا لشکر
خیال آگیا انجام کا، تھے سرور
حسام روک کے دیکھا پھر آپ نے مڑ کر
خیام اہل حرم دور سے نہ آئے نظر
رکھی نیام میں شمشیر اور ہٹ آئے
خیال آ گیا ناموس کا پلٹ آئے

(۱۰۷)

سپاہ شام سے یہ شاہ دیں نے فرمایا
حسینؑ لڑ چکا بس اب نہیں ہے حکم خدا
سفر ہے دور کا اور وقت بھی ہے تھوڑا سا
کہو لڑائی کا بیکس کی کچھ مزا چکھا
شکست فاش ہوئی ایک بھوکے پیاسے سے
یہ کیوں لڑے تھے محمدؐ کے تم نواسے سے

(۱۰۸)

غموں نے کر دیا چھلنی دل و جگر میرا
شہید ہو گیا عباسؑ نامور میرا
چھٹا بڑھاپے میں اکبرؑ سا سیمبر میرا
غرض لٹا اسی جنگل میں سارا گھر میرا
بیان کیا ہو جو کچھ حال قلب زار ہوا
شہید جب علیؑ اصغرؑ سا گلعذار ہوا

(۱۰۹)

لڑے گا اب نہ علیؑ کا پسر پلٹ آؤ
مرا کہا تو سنو بس نہ اب بڑھے جاؤ
یہ مدعا نہیں میرا کہ تم ترس کھاؤ
لگاؤ تیغیں، کرو ظلم، تیر برساؤ
خیال وعدہ ہے اب خون میں نہانا ہے
ہمیں تو امت عاصی کو بخشوانا ہے

(۱۱۰)

تمہیں خیال تھا سبط نبیؐ ہیں تشنہ جگر
دکھا سکیں گے نہ زنہار قوت حیدرؑ
اکیلے رہ گئے ہیں، قتل ہو چکا لشکر
یہ سوچتے تھے کہ اٹھا نہ لاشہ اکبرؑ
نہ بازوؤں میں ہے طاقت، نہ جسم میں جاں ہے
سمجھ لیا تھا کہ قتل حسینؑ آساں ہے

(۱۱۱)

نکلتا جنگ سے گریوں نہ حوصلہ میرا
تمام خلق میں ہوتا یہ بے سبب چرچا
کہ سبط احمدؐ مختار کر سکا نہ وغا
جہاں میں نام بھی اسلام کا نہ پھر رہتا
مٹاتے دین محمدؐ جدھر جدھر جاتے
ہمیں شہید بھی کرتے، تمہیں مکر جاتے

(۱۱۲)

یہ کہہ رہے تھے ابھی سبط احمدؐ مختار
کہ پاس آگئے بھاگے ہوئے وہ ظلم شعار
امام عصر پہ تیروں کی ہو گئی بوچھار
کئے لعینوں نے تیغوں کے اور نیزوں کے وار
لگا رہے تھے سنانیں سوار آئے ہوئے
کھڑے تھے سید مظلوم سر جھکائے ہوئے

(۱۱۳)

اکیلے شاہ تھے لاکھوں تھے دشمن جانی
بدن پہ زخم تھے گرمی کی تھی فراوانی
ہر ایک حال میں کرتے تھے شکر ربانی
کسے تھا درد، چھڑکتا جو جسم پر پانی
خدنگ صورت باراں ادھر برستے ہیں
حسینؑ بھرتے ہیں آہیں شریر ہنستے ہیں

(۱۱۴)

بدن پہ پڑتی ہیں تلواریں گاہ گاہ تبر
زباں سے اف نہیں کرتے ہیں شاہ جن وبشر
قریب و دور سے برسا رہے ہیں سب پتھر
ترس کوئی نہیں کھاتا ہے ابن حیدرؑ پر
جگر تو زخمی تھا کچھ تیر اور گڑ گئے ہیں
بڑھی ہے پیاس کہ تالو میں کانٹے پڑ گئے ہیں

(۱۱۵)

لہو سے سرخ ہے جامہ، ہوئے ہیں زخم عیاں
کٹے ہیں پیچ عمامہ کے، تیغ کے ہیں نشاں
ہوئے ہیں ضعف سے بے حال شاہ کون ومکاں
رکھے ہیں ہاتھ کلیجہ پہ کھائی ہے جو سناں
فرس سے گرنے پہ ہیں ہچکیاں جو آتی ہیں
رکابیں پاؤں سے حضرت کے نکلی جاتی ہیں

(۱۱۶)

فرس پہ جھوم رہے ہیں امام جن وبشر
بڑھا ہے ضعف کچھ ایسا کہ تن پہ بار ہے سر
چھٹی ہیں ہاتھ سے باگیں نہیں ہے کچھ بھی خبر
جگر تڑپتا ہے ملتی نہیں امان مگر
لہو سے لال ہیں، ہر زخم کون روتا ہے
شفق میں مہر درخشاں غروب ہوتا ہے

(۱۱۷)

لگا رہا تھا تبر کوئی اور کوئی تلوار
کہ سوئے شاہ بڑھا ایک ظالم غدار
سنبھل سکے نہ فرس پر کیا سناں کا جو وار
ہزار حیف کہ برچھی ہوئی کلیجہ کے پار
"بلند مرتبہ شاہے ز صدر زیں افتاد
اگر غلط نہ کنم عرش بر زمیں افتاد"

(۱۱۸)

فرس سے گر کے جو غش میں پڑے رہے سرور
تو پاس آن کے کہنے لگے وہ بانیٔ شر
نہیں ہے سانس زمانہ سے کر چکے ہیں سفر
ڈرو نہ دل میں ذرا کاٹ لو حسینؑ کا سر
خوشی کی جا ہے شہ تشنہ کام قتل ہوئے
بجاؤ فتح کے باجے امام قتل ہوئے

(۱۱۹)

یہ بعض کہتے ہیں زندہ ابھی ہیں شاہ ہدا
نفس کی آمد و شد دے رہی ہے ہم کو پتا
قریب کوئی نہ جائے کرے نہ سر کو جدا
یہ بڑھ کے ایک شقی ان سبھوں سے کہنے لگا
خوشی یزید کی جس میں ہو، اب وہ کام کرو
حرم کو لوٹ لو، خیمہ جلاؤ، نام کرو

(۱۲۰)

گئی جو گوش مبارک میں اس شقی کی صدا
تو آنکھیں کھول کے حضرت نے ان سبھوں سے کہا
ابھی میں زندہ ہوں آؤ کرو مجھی پہ جفا
حرم کو لوٹا تو کیا فائدہ تمہیں ہوگا
عبث غریبوں سے یہ طمع خام ہے تم کو
حرم سے کام ہے یا مجھ سے کام ہے تم کو

(۱۲۱)

لہو مین لوٹ رہے ہیں امام جن وبشر
سنبھل کے خاک سے اٹھتے ہیں جب شہ بے پر
تو برچھیوں سے گرا دیتے ہیں وہ بانئ شر
حسینؑ کہتے ہیں رہیو گواہ اے داور
نہ منہ سے آہ نہ صدموں سے شور وشین کرے
ہو جس میں تیری خوشی بس وہی حسینؑ کرے

(۱۲۲)

یہ کہہ رہے تھے کہ شمر جفا شعار آیا
امام عصر کو ریتی پہ نیم جاں پایا
چڑھائے پاؤں میں موزے، نہ کچھ ترس کھایا
جو کند حد سے زیادہ تھی وہ چھری لایا
شقی جو غش میں شہ بیوطن کو پاتا ہے
تو قتل کرنے کو اب آستیں چڑھاتا ہے

(۱۲۳)

اڑاؤ خاک کہ وقت آگیا قیامت کا
شقی نے پاؤں کو سینہ پہ شاہ کے رکھا
پڑے تھے غش میں بہت دیر سے امام ہدا
دبا جو سینہ کیا اور شہ نے شکر خدا
جلا ہے دل جو عطش سے دھواں نکلتا ہے
رکی ہے سانس تو زخموں سے خون ابلتا ہے

(۱۲۴)

شقی سے سید مظلوم نے یہ فرمایا
بتا میں کون ہوں؟ کچھ تو نے مجھ کو پہچانا؟
وہ بولا سبط نبیؐ اور ابن شیر خدا
حسنؑ کے بھائی جنہیں زہر دے کے قتل کیا
خدا کے پیارے ہیں، جان بتولؑ آپ ہی ہیں
میں جانتا ہوں کہ سبط رسولؐ آپ ہی ہیں

(۱۲۵)

کہا حسینؑ نے تو کلمہ گو ہے یہ تو بتا
وہ بولا ہاں مگر اس پوچھنے سے کیا ہوگا
کہا حسینؑ نے آتی نہیں ہے تجھ کو حیا
کہ پاس بیٹھے ہیں نانا مرے رسول خداؐ
الم نہیں ہے کسی بات کا ہراس نہیں
کہا شقی نے کہ مجھ کو کسی کا پاس نہیں

(۱۲۶)

یہ کہہ کے رکھ دیا حلق امام پر خنجر
نبیؐ کی گود میں کاٹا گیا حسینؑ کا سر
تڑپ رہے تھے زمیں پر امامؑ تشنہ جگر
شریر سینۂ زخمی سے اترا سر لے کر
گہن لگا ہے، ہوا سر پہ خاک اڑاتی ہے
صدائے نالۂ بنت رسولؐ آتی ہے

ہوئی ہے اشکوں سے پر آب اب تو چشم حسینؑ قیامت آئی ہے، ہلتے ہیں آسمان و زمیں
حرم تو روتے ہیں، خوشیاں منا رہے ہیں لعیں جنوں میں ماتم شہ ہے، ملک ہوئے ہیں حزیں
حسینؑ ہے غم وہی پیاسے کو آج روتے ہیں
رسولؐ اپنے نواسے کو آج روتے ہیں

(منقول از مخطوطہ محررہ محمد کاظم ؒ منئے ۲۴؍شوال ۱۳۴۰ھ)

❁❁❁

سلام

اشرف الحکماء مولانا حکیم سید علی آشفتہؔ اجتہادی حیدرآباد دکن

مرے حق میں شراب شوق کا میخانہ بولے گا سبو بولیں گے، خم بولے گا ہر پیمانہ بولے گا
رجب کی عید آشفتہ سروں کی عید ہے ساقی سر منبر حدیث دل ہر اک دیوانہ بولے گا
ہراک ذرے کے سینے میں ہیں طغرے نام حیدرؑ کے اگر دنیا رہے گی چپ تو ہر دیوانہ بولے گا
مقام مدح سرورؑ میں مجھے اتنا بھروسا ہے جہاں اپنے نہ بولیں گے وہاں بیگانہ بولے گا
زبان شمع محفل آج اگر چپ ہے تو رہنے دو اسی لو پر جلے گا آ کے اور پروانہ بولے گا
جھلک اٹھنے تو دو کون و مکاں اس جلوۂ حق سے مجھے کعبہ بناتا جا ہر اک بتخانہ بولے گا
علی اکبرؑ یہ کہہ کر شام کے لشکر میں ڈوبیں ہیں کہ دشمن داد دے گا آج ہر بیگانہ بولے گا
کھڑے ہیں اور دُھن میں ساقیٔ کوثر کے متوالے پھڑک اٹھے گی دنیا جب کوئی مستانہ بولے گا
چھُپائے سے غلام ساقیٔ کوثر بھی چھپتے ہیں جو یہ چپ بھی رہیں تو مسلک رندانہ بولے گا
چھُپائے لاکھ دنیا کربلا کا منظر خونیں زبان درد بن کر خونچکاں افسانہ بولے گا
یہ جذبہ لے کے شیر بیشۂ حیدرؑ نکلتا ہے یہ رن بولے گا رن کے ساتھ یہ ویرانہ بولے گا
یہ خون ناحقِ شبیرؑ ہے اے کربلا والو! ہر اک قطرہ لہو کا بن کے اک افسانہ بولے گا
گلا کاٹا گیا شبیرؑ کا کتنی جفاؤں سے زبان تیغ بولے گی لبِ ویرانہ بولے گا
قیامت تو ہو قائم خون اصغرؑ رنگ لائے گا ہر اک مدہوش بولے گا ہر اک فرزانہ بولے گا
کلیجے پر علی اکبرؑ نے کھائی ہے سناں کیوں کر یہ ذرے خونچکاں بولیں گے یہ ویرانہ بولے گا

❁❁❁